

خلیفہ بلا فصل رسول، امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

وہ لمحہ بھی عجیب نازک لمحہ تھا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا امہات المؤمنین، بیٹی، نواسوں، نواسیوں، چچا، چچا زاد بھائی، داماد اور خسر صاحبان کے دکھ کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ یہ سب تو گھر والے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال بھی برابر کا بُرا تھا۔ یہ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہی تھے۔ اہل ایمان کے لیے اس سے بڑا صدمہ کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو رہے تھے۔ اسی لیے انتہائی سوگواہی میں بھی ہر ایک، دوسرے کو صبر کی تلقین کر رہا تھا۔ قضائے الہی پر بندے کی کیا مجال کہ کچھ کہے۔ اللہ تعالیٰ نے نعم و اندوہ کے اظہار کے لیے حدود مقرر کر دیے ہیں ان سے بڑھ کر داویلا مچانے کا حکم نہیں۔ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضبط کیے بیٹھے تھے فوجہ خوانی اور بین کسی نے نہیں کیا کہ یہ حرام ہے۔

سب سے بڑی ذمہ داری اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر تھی سبھی مؤرخین اور محدثین لکھتے ہیں کہ انھی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کہاں کھدے گی، کون قبر کھودے گا، غسل کون دے گا، کس طرح دے گا، تجہیز و تکفین کون کرے گا، پھر نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی؟ ایک ایک حکم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا تھا۔ یہ باتیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں تو سبھی گھر والوں نے سنی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکم نبوی کے مطابق ہر ایک کے سپرد اس کا کام کر چکے تو ”سقیفہ بنی ساعدہ“ کی گفتگو میں شریک ہونے کے لیے چلے۔ وہاں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ اب مسلمانوں کا امیر کون ہوگا؟

اُس زمانے ہی میں نہیں آج بھی یہ صورت ہے کہ جب کسی مملکت کا سربراہ مر جاتا ہے تو فوراً دوسرے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہی ہوتا ہے، ایران و چین میں بھی یہی ہوتا ہے، روس اور امریکہ میں بھی یہی ہوتا ہے۔ ”سقیفہ بنی ساعدہ“ مکہ کے ”دارالندوہ“ کی طرح مدینہ النبی میں مل بیٹھنے کی ایک جگہ تھی۔ اسے ٹاؤن ہال کہہ لیجئے یا چوپال، کمیونٹی سنٹر یا پارلیمنٹ گھر، جو چاہے کہہ لیجئے۔ ہجرت نبوی سے پہلے بھی یہ جگہ قومی معاملات و مسائل حل کرنے کے لیے مل بیٹھنے کی جگہ تھی اور سب اس سے واقف تھے۔ صحابہ کرام یہاں جمع ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اطلاع پہنچائی گئی۔ دوسرے ضروری کام انھوں نے نمٹا دیے تھے یہ بھی ضروری کام تھا اسے نمٹانے چلے۔ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا، حضرت عمرؓ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ”وزیر“ تھے۔ ابو عبیدہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”امین الامت“ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ یہ بزرگانِ ملت ”سقیفہ بنی ساعدہ“ پہنچے تو گفتگو شروع ہوئی۔

ہر قسم کے جھگڑوں کا سبب دنیا کو اہمیت دینا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو آخرت کو اہمیت دینے والے تھے۔

ماہنامہ ”نقیبِ ختم نبوت“ ملتان

دین و دانش

جھگڑے کی باتیں منافقین، فاسقین اور فاجرین کرتے ہیں۔ مستند اور بالکل ابتدائی ماخذوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں امیر کے لیے ایک معیار مقرر کیا گیا، پھر اس کا انتخاب ہوا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو نام تجویز کیے۔ ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا، فرمایا کہ..... یہ معیار پر پورے اترتے ہیں اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ آخر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش رہے۔ جمع الفوائد کی دوسری جلد میں امام نسائی کے حوالے سے محمد بن محمد بن سلیمان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت دی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا..... کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر تم میں سے کون پسند کرے گا کہ وہ ابوبکر سے آگے بڑھے؟ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ابوبکر سے آگے بڑھیں۔ سبھی نے اس خیال کو پسند کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر منتخب ہو گئے۔ کنز العمال میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب یہ حکم دیا میں اس وقت وہاں موجود تھا، وہاں نہ تھا ایسا نہیں، نہ میں بیمار تھا۔ ہم اپنی دنیا کے لیے اس شخص پر راضی ہو گئے ہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے راضی ہو گئے تھے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد مدینہ النبی میں رہنے والے صحابہ کرام کے علاوہ آس پاس سے جو صحابہ کرام اس موقع پر مدینہ پہنچ گئے تھے ان سب نے یہ اطلاع سنی اور کسی طرف سے کوئی اختلافی آواز نہ اٹھی۔ اس کے باوجود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اعلان عام کے لیے خطبہ دینا ضروری سمجھا۔ اس وقت مسجد نبوی کچھ کچھ بھری ہوئی تھی۔ انھوں نے سقیفہ بنی ساعدہ کی رپورٹ بیان کرنے کے بعد فرمایا..... اگرچہ کہ میری بیعت ہو چکی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ میں اس گرانبار ذمہ داری کا اہل نہیں اس لیے میری معذرت قبول کیجیے اور کسی اور کو جگہ کے لیے منتخب کر لیجیے!..... یہ کہہ کر وہ منبر سے اتر گئے۔ صحابہ کرام نے انھیں پکڑ کر پھر سے منبر پر لا کھڑا کیا۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ..... ہم سب آپ کی ذات پر متفق ہیں، آپ ہی ہمارے امام ہیں! یہ کہتے ہوئے لوگوں نے پھر ان کے ہاتھ پر بیعت شروع کی۔ طبری نے لکھا ہے کہ..... اس موقع پر سب سے پہلے بیعت کرنے والے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابہ کرام کے بارے میں قرآن نے کہا..... مَحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفتح، ۲۹)..... کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی تو رزمِ حق و باطل میں فولاد اور حلقہ یاراں میں ریشم کی طرح نرم تھے۔ یعنی ایک ہی رنگ تھا جس میں میر اور سپاہ رنگے ہوئے۔ اسی لیے انھیں یہ سند ملی کہ..... رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (الینہ)، یعنی اللہ ان سے خوش اور وہ مالک الملک سے ہر طرح راضی! جنھوں نے اللہ کے نظم کو نہ توڑا، ان پر یہ الزام کہ مسندِ خلافت کے لیے لڑ پڑے؟ یہ جھوٹ کی بدترین مثال ہے ذرا سوچیے کہ مسندِ خلافت پر بیٹھ کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو کیا ملا؟..... کوئی مالی فائدہ؟ جاگیر؟ منصب؟ انھیں نہیں تو ان کی اولاد کو کوئی عہدہ ملا؟ کوئی جاگیر ملی؟ کوئی وزارت؟ سفارت؟..... نہیں! تو پھر تاریخ کو مسخ کرنے والے اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو!

(طوبی: ۲۵۷-۲۵۸)